QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے ساتھ اخلاقی ومالی تعلقات: فقہی مباحث ومعاصر تطبیقات

ETHICAL AND FINANCIAL RELATIONS WITH NON-MUSLIMS IN THE ISLAMIC STATE: JURISPRUDENTIAL DISCUSSIONS AND CONTEMPORARY APPLICATIONS

Azhar Hussain[1]
Hafiz Qudrat Ullah[2]
Muhammad Abdullah[3]

Abstract:

The concept of the Islamic state rests upon a comprehensive system that ensures the rights and welfare of all citizens—whether Muslim or non-Muslim. This system is founded upon the teachings of the Qur'an and Sunnah, in which justice, fairness, and benevolence toward non-Muslim citizens (ahl al-dhimma) occupy a central place. Ethically, Islam commands tolerance, compassion, and respect for all human beings. The blessed life of the Prophet Muhammad ﷺ provides numerous practical examples of this principle. The Prophet ﷺ stated that the Angel Jibreel (Gabriel) emphasized the rights of neighbors so persistently that he thought they might even be granted a share of inheritance. This command applies to all neighbors, regardless of their religion. Within the Islamic state, it is incumbent upon Muslims to live harmoniously with non-Muslims, to visit them in times of illness, and to assist in fulfilling their basic needs. Such conduct strengthens social cohesion and mutual trust, laying the groundwork for a peaceful and stable society.In financial matters, the Islamic state levies specific forms of taxation on non-Muslims, not merely for economic benefit, but primarily to ensure their protection and welfare. Among these are the jizyah and kharaj. Jizyah is an annual tax imposed upon adult, healthy, and financially capable non-Muslim men. It is collected in exchange for the state's guarantee of their life, property, and honor, as well as their exemption from compulsory military service. Historical evidence demonstrates that non-Muslims who voluntarily joined the army were exempted from jizyah. The amount of jizyah was determined according to one's financial capacity, and several groups—including women, children, the elderly, the sick, the disabled, and religious leaders—were entirely exempt. This leniency reflects the humane and equitable nature of the system. Similarly, kharaj was a land tax imposed upon non-Muslim landowners, the revenue of which was allocated to public welfare projects such as infrastructure development,

[1] PhD scholar Shaikh Zayed Islamic centre, azhar7766235@gmail.com
[2] M.phil Scholar, Institute of Islamic Studies PU Lahore
[3] M.Phil Islamic studies NCBA&E DHA comps, Lahore

education, and healthcare. Islamic history records several shining examples of this welfare-oriented approach, such as Caliph ʿUmar ibn al-Khattab (RA) granting a stipend to an elderly Jewish man—demonstrating that the financial system of the Islamic state was not merely taxation, but a holistic welfare order that provided equality and protection for all citizens.

Together, these principles present a socio-economic model that secures not only financial stability but also interfaith harmony and social peace. This paper will undertake a jurisprudential study of the levies imposed on non-Muslims, while also examining the positive impacts of these revenues on the Islamic society—highlighting how they simultaneously ensured the protection of non-Muslims and contributed to the stability and strength of the Islamic polity.

تعارف موضوع

اسلام اپنے متبعین کو بلند اخلاق اور اعلیٰ ظرفی کی تعلیم دیتا ہے۔اسلامی شریعت یہ نہیں چاہتی کہ بد اخلاقی اور نامناسب زبان استعمال کی جائے یا کسی بھی معاملے میں تنگ ذہنی برتی جائے چنانچہ اسلام نے مسلمانوں کو باہمی اخلاقیات کی جو تعلیم اور ہدایات دی ہیں،ان کا راست مصداق تو مسلمان ہیں،تاہم غیر مسلم بھی اس میں شامل ہیں، جیسے اسلام میں پڑوسیوں کی بڑی اہمیت بتائی گئی ہے۔۔ان کے ساتھ حسن سلوک، حسن اخلاق کی تعلیم دی ہے اور ان کو اپنے شر سے حفاظت کی ہدایت دی ہے۔اس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں داخل ہیں،یعنی جس طرح مسلمان پڑوسی کو تکلیف سے محفوظ رکھا جائے گا اور اسے خوشی وراحت میں شامل کیا جائے گا،اسی طرح غیر مسلم پڑوسی کا بھی حق ہے کہ اسے امن فراہم کیا جائے اور حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے۔۔ قرآن میں ’’پہلو کے ساتھی‘‘ کو پڑوسی بتایا گیا ہے جس کو ’’الصاحب بالجنب‘‘ سے تعبیر کیا گیا ہے۔اس سے مراد ہم نشیں دوست بھی ہے،اور ایسا شخص بھی جس سے کہیں کسی وقت آدمی کا ساتھ ہو جائے، جیسے بازار جاتے آتے ہوئے کارخانہ یا دوکان اور فیکٹری میں کام کرتے ہوئے یا کسی اور طرح ایک دوسرے کی صحبت حاصل ہو وہاں بھی حکم دیا گیا ہے کہ نیک برتاؤ کرے اور تکلیف نہ دے۔اس میں بھی مسلم اور غیر مسلم کی کوئی قید نہیں۔ایسے ہی پڑوسی کی جتنی بھی صورتیں ہو سکتی ہیں،سب میں مسلمان کے ساتھ غیر مسلم بھی داخل ہیں۔اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت اور مزاج پرسی کی تعلیم دی گئی ہے،اس سے ہمدردی کا اظہار اور مریض سے یگانگت ہوتی ہے،اس کے بڑے فضائل آئے ہیں۔مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم کی عیادت کا بھی یہی حکم ہے۔۔ ضرورت مندوں اور محتاجوں پر خرچ کرنا،ان کی ضرورت پوری کرنا، بڑے اجر وثواب کا موجب ہے،اس میں عقیدہ اور دین ومذہب کا فرق نہیں رکھا گیا ہے، محتاج شخص مسلمان ہو یا غیر مسلم، مشرک ہو یا اہل کتاب، رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار، ہر ایک پر خرچ کرنے کا جذبہ نیک اور باعث۔اسلام نے دوسروں کی ترقی، راحت اور خوشحالی کی تمنا کرنے کی ہدایت دی ہے، یہ مسلمانوں کے لئے بھی ہے اور غیر مسلم کے لئے بھی۔

کاروبار، خرید وفروخت، لین دین انسانی زندگی کا لازمی جزو ہیں۔یہ چیزیں جس طرح مسلمانوں کے ساتھ درست ہیں اسی طرح غیر مسلم افراد کے ساتھ بھی جائز ہیں، غیر مسلم طبقے سے تجارتی تعلقات شرعی حدود میں رہتے ہوئے کئے جا سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسانیت میں ساری اقوام شامل ہیں، جہاں انسانیت کی بات آئے گی وہاں ان کے ساتھ ہمدردی، خیر خواہی رواداری وغیرہ میں کوئی کوتاہی نہیں کی جائے گی، اچھے اخلاق کے ذریعہ ہم ایک اچھا انسان ہونے کا ثبوت دیں گے تاکہ اسلام کی اچھی تصویر ان کے ذہن میں بیٹھے اور کم از کم اسلام اور مسلمانوں کے تئیں نرم

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

گوشہ ان کے دل میں پیدا ہو۔جب ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو اتنے حقوق دیے جاتے ہیں اور انکی سخت تلقین کی جاتی ہے تو پھر اس ریاست کو خوش اسلوبی سے چلانے کے لیے جس طرح مسلمان مالی تعاون مختلف صورتوں سے کرتے ہیں تو غیر مسلموں کا اخلاقی و عقلی حق بنتا ہے کہ وہ بھی ایک مسلم ریاست میں رہتے ہوئے مالی تعاون کر کے اسلامی ریاست کو خوشحال رکھنے میں اپنا کردار ادا کریں اور غیر مسلموں کو اسلامی ریاست کے ساتھ مالی تعاون کرنے میں بھی حکمتیں ہیں۔

موضوع کی ضرورت واہمیت

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے ساتھ اخلاقی و مالی تعلقات کا موضوع نہ صرف تاریخی اہمیت کا حامل ہے بلکہ عصر حاضر میں اس کی تطبیق اور عملی تشکیل جدید اسلامی ریاستوں کے لیے ایک بنیادی چیلنج بھی ہے۔اس موضوع کی ضرورت واہمیت کو درج ذیل پہلوؤں سے سمجھا جا سکتا ہے۔اسلامی ریاست کی بنیاد عدل،احسان اور انسانی حقوق کے عالمگیر اصولوں پر رکھی گئی ہے۔قرآن مجید میں ہے:"لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ" [4]۔ اس آیت میں غیر مسلموں کے ساتھ احسان اور انصاف کا حکم دیا گیا ہے، چاہے وہ اسلامی ریاست کے شہری ہوں یا بیرونی ممالک سے تعلق رکھتے ہوں۔یہ اسلامی ریاست کے اخلاقی فرائض میں سے ہے کہ وہ تمام شہریوں کے ساتھ یکساں سلوک کرے،ان کے مذہبی عقائد کا احترام کرے اور ان کے جان ومال وعزت کی حفاظت کرے۔

مالی تعلقات کے حوالے سے اسلامی فقہ نے غیر مسلم شہریوں (اہل ذمہ) کے حقوق و فرائض کو واضح کیا ہے۔تاریخی طور پر، جزیہ ایک ایسا مالی تعاون تھا جو اسلامی ریاست کی طرف سے غیر مسلم شہریوں کو فراہم کی جانے والی حفاظت اور سہولیات کے بدلے میں لیا جاتا تھا، جبکہ انہیں زکوٰۃ اور دیگر اسلامی مالی عبادات سے مستثنیٰ رکھا جاتا تھا۔ یہ نظام درحقیقت ایک معاہدے پر مبنی تھا جس میں دونوں فریق کے حقوق و فرائض متعین تھے۔ عصر حاضر میں، جہاں ریاستی ڈھانچے اور مالی نظام بدل گئے ہیں، وہاں نئے فقہی مباحث کی ضرورت ہے کہ اسلامی ریاست غیر مسلم شہریوں سے مالی تعاون کس شکل میں لے سکتی ہے اور ان کے بدلے میں کیا خدمات و حقوق فراہم کرے گی۔اس موضوع کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ آج کی دنیا کثیر الثقافتی اور کثیر المذہبی معاشروں پر مشتمل ہے۔اسلامی ریاستیں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ غیر مسلم شہریوں کے ساتھ مناسب اخلاقی اور مالی تعلقات استوار کرنا نہ صرف ریاستی استحکام کے لیے ضروری ہے بلکہ بین المذاہب ہم آہنگی اور اجتماعی خوشحالی کے لیے بھی ناگزیر ہے۔ غیر مسلم شہریوں کے ساتھ انصاف پر مبنی سلوک اور واضح مالی پالیسیاں ان میں اعتماد پیدا کریں گی، جس سے معاشرے میں امن و امان قائم رہے گا۔موجودہ دور میں، جب مسلم ممالک میں غیر مسلم اقلیتیں موجود ہیں اور ان کے حقوق کے حوالے سے بین الاقوامی سطح پر سوالات اٹھائے جاتے ہیں، ایسے میں اسلامی فقہ کی روشنی میں غیر مسلموں کے ساتھ اخلاقی و مالی تعلقات کے واضح اصولوں کی تشریح انتہائی ضروری ہو جاتی ہے۔یہ نہ صرف بیرونی پروپیگنڈے کا جواب دے سکے گی بلکہ اسلامی ریاست کے عدل وانصاف کے تصور کو بھی اجاگر کرے گی۔یہ موضوع اس لیے بھی اہم ہے کہ یہ اسلامی ریاست کے عالمگیر اور انسانی ہونے کے تصور کو واضح کرتا ہے، جہاں تمام شہریوں کے حقوق یکساں ہیں اور ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان حقوق کی ضمانت دے۔اس کے بغیر نہ تو اسلامی ریاست اپنے مقاصد حاصل کر سکتی ہے اور نہ ہی ایک پرامن معاشرہ تشکیل دے سکتی ہے۔

---

[4] الْمُمْتَحَنَةِ: 8

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

غیر مسلموں کو اسلامی ریاست کے ساتھ مالی تعاون کی حکمتیں

غیر مسلموں کو اسلامی ریاست کے ساتھ مالی تعاون کی صورت میں متعدد حکمتیں اور فوائد حاصل ہوتے ہیں، جو معاشرے کے اجتماعی مفاد اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہیں۔ سب سے پہلی حکمت یہ ہے کہ اس طرح معاشرہ پرامن ہوگا، جہاں ہر مذہب کے ماننے والوں کی قدر و منزلت برقرار رہے گی۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ معاشرے سے غربت و افلاس کا خاتمہ ممکن ہوگا، جس سے انسانی اقدار کو فروغ ملے گا اور غربت کی وجہ سے پھیلنے والے جرائم کا سدباب ہو سکے گا۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ بین المذاہب روابط مضبوط ہوں گے اور ہر مذہب کے فرد کو معاشرے میں عزتِ نفس حاصل ہوگی۔ چوتھی نکتہ یہ ہے کہ جب غیر مسلم ریاست کو مالی تعاون فراہم کریں گے تو ان کے دلوں میں ریاست کی اپنائیت پیدا ہوگی، جس سے وہ اسلامی ریاست سے محبت کرنے لگیں گے اور ممکن ہے کہ یہ محبت انہیں دینِ حق کی طرف راغب کردے۔ پانچواں فائدہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست ان غیر مسلم شہریوں کی حفاظت کی ذمہ دار بن جاتی ہے، جو ریاستی بجٹ میں اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔ چھٹے نمبر پر، اس مالی تعاون سے نہ صرف اسلامی ممالک میں غیر مسلموں کو تحفظ ملے گا، بلکہ غیر اسلامی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے تحفظ کا بھی راستہ کھلے گا، جس سے مسلم و غیر مسلم ممالک کے باہمی تعلقات مضبوط ہوں گے۔ ساتویں حکمت یہ ہے کہ تمام شہریوں—مسلم و غیر مسلم—کے مالی تعاون سے ریاست عوام کو زیادہ سے زیادہ سہولیات اور مراعات فراہم کر سکے گی۔ آٹھویں فائدہ کے طور پر معاشی خوشحالی آئے گی، جس سے غربت کا خاتمہ ہوگا اور جرائم میں کمی واقع ہوگی۔ نویں نقطہ یہ ہے کہ غیر مسلم شہری اسلامی ریاست میں امن و امان اور مکمل آزادی کے ساتھ زندگی گزار سکیں گے اور خود کو اس ریاست کا حقیقی اور محفوظ شہری سمجھیں گے۔

اسلامی ریاست کا مالی نظم و نسق

اسلامی ریاست کے مالیاتی نظام کی بنیاد شرعی اصولوں اور انسانی فلاح پر استوار ہے، جو مسلم اور غیر مسلم دونوں شہریوں کے باہمی تعاون سے تشکیل پاتا ہے۔ یہ نظام متعدد متنوع مالی وسائل پر مشتمل ہے، جنہیں درج ذیل انداز میں سمجھا جا سکتا ہے:

اسلامی ریاست کی آمدنی کے بنیادی ذرائع میں مالِ فیئ (ایسی زمینیں اور اثاثے جو بغیر جنگ کے حاصل ہوں)، مالِ غنیمت (جنگی لوٹ کا مال)، اور خراج (زرعی زمینوں پر محصول) شامل ہیں۔ یہ وسائل ریاستی خزانے کو مستحکم بناتے ہیں۔ عوام الناس کی طرف سے ادائیگیوں میں زکوٰۃ (مسلمانوں پر فرض مالی عبادت)، صدقات (رضاکارانہ خیرات)، خمس (منافع اور معدنیات کا پانچواں حصہ)، اور جزیہ (غیر مسلم شہریوں سے حفاظت کے بدلے میں لی جانے والی رقم) شامل ہیں، جو معاشرتی توازن اور سماجی انصاف کا اہم ذریعہ ہیں۔ اس کے علاوہ زرعی محصولات میں عشر (فصلوں کا دسواں حصہ) اور عشور (بازاری تجارت پر محصول) بھی ریاستی آمدنی کا حصہ بنتے ہیں۔ کراء الارض (زمین کے کرایہ) اور مال رکاز (دفینے اور معدنیات) سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی شرعی طور پر مقرر ہے۔ وقف (دینی و خیراتی اداروں کے لیے عطیہ کردہ اثاثے) اسلامی معاشرے کی مالی خود مختاری کی اہم مثال ہے۔ ضرائب (امیروں پر عائد ہونے والے عارضی ٹیکس) کا نفاذ صرف خاص حالات میں ہوتا ہے جب ریاست کے پاس ضروریات پوری کرنے کے لیے دیگر ذرائع ناکافی ہوں۔ لقط (گمشدہ اشیاء) اور لاوارث ترکے بھی شرعی ضوابط کے تحت بیت المال میں جمع کیے جاتے ہیں۔ جدید دور میں سمندری تجارت اور سیاحت و سیر جیسے ذرائع بھی اسلامی اصولوں کے مطابق ریاستی آمدنی میں اضافے کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ تمام وسائل مل کر ایک ایسا متوازن مالی نظام تشکیل دیتے ہیں جو نہ صرف ریاستی ضروریات پوری کرتا ہے بلکہ معاشی انصاف، غربت کے خاتمے اور اجتماعی فلاح کو یقینی بناتا ہے۔ اسلامی مالیات کا یہ جامع تصور ریاست اور شہریوں کے درمیان باہمی اعتماد اور تعاون پر مبنی ہے۔

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

محاصلات میں سے بعض کا تعلق زمین سے ہے۔یعنی اگر کسی کے پاس زمین ہے تو اس سے حاصل ہونے والی پیداوار میں سے وہ، مسلمان ہونے کی صورت میں، عشر یا خراج کی شکل میں ریاست کو ادا کرے گا۔اسی طرح اگر معاملہ براہِ راست مال سے متعلق ہو تو مسلمان اپنے مال پر زکوٰۃ ادا کرے گا۔ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں پر بھی بعض مالی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔اگر ان کے پاس زمین ہے اور وہ اس سے پیداوار حاصل کر رہے ہیں تو اس پر خراج لاگو ہوگا،اور اگر ان کے پاس مال ہے تو وہ جزیہ کی صورت میں ریاست کو ادائیگی کریں گے۔ان محاصلات کے بے شمار فوائد ہیں جن میں سے چند اوپر بیان کیے جا چکے ہیں۔ہمارے موضوع کا تعلق خصوصاً غیر مسلموں سے متعلق محاصلات کی فقہی جہات سے ہے۔ لہٰذا اہم تمام محاصلات کا اجمالی ذکر کرنے کے بعد اب تفصیلاً ان محاصلات پر روشنی ڈالیں گے جو غیر مسلموں سے وابستہ ہیں۔ان میں سب سے نمایاں دو ہیں:

1. مال پر عائد ہونے والا ٹیکس (جزیہ)
2. زمین پر عائد ہونے والا ٹیکس (خراج)

سب سے پہلے ہم جزیہ کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں گے، پھر اس کے فقہی پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ پیش کریں گے۔اس کے بعد خراج اور اس کی فقہی حیثیت کو زیرِ بحث لایا جائے گا۔

جزیہ کا لغوی معنی

لفظ جزیہ عربی مادہ "ج ز ی" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں: بدلہ دینا، جزا دینا، معاوضہ ادا کرنا۔

لسان العرب میں ہے:

"الْجِزْيَةُ: ما أُخِذَ من أَهلِ الذِّمَّةِ، سُمِّيَتْ بذلك لأَنها جَزاءٌ لما مُنِعُوا به من دِمائهم وأَموالهم."[5]

جزیہ وہ مال ہے جو اہلِ ذمہ سے لیا جاتا ہے،اور اسے جزیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ان کی جان و مال کے تحفظ کے بدلے میں ہے۔

راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"الجَزاءُ يكون على الحسنة والسيئة، والجِزْية ما يعطى عن يدٍ صَغاراً."[6]

یعنی جزا اچھے یا برے عمل کے بدلے میں ہو سکتی ہے،اور جزیہ وہ مال ہے جو ذلت و انکساری کے ساتھ بطور ٹیکس دیا جاتا ہے۔

جزیہ کا اصطلاحی معنی

فقہاء کی اصطلاح میں جزیہ ایک ایسا ٹیکس ہے جو اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلم اہلِ کتاب (اور بعض دیگر اقوام) پر عائد کیا جاتا ہے، تاکہ وہ ریاست کے نظم و نسق، حفاظت اور دیگر سہولیات سے مستفید ہو سکیں۔

امام سرخسی (م 483ھ) فرماتے ہیں:

"والجِزيةُ مالٌ مؤَجَّلٌ وجبَ على رِقابِهم صَغاراً لأَنهم أُقِرُّوا علَى الكُفرِ بهذا المال."[7]

---

5 افریقی،ابن منظور، محمد بن مکرم، **لسان العرب** (بیروت، لبنان: دار حیاالتراث العربی، 1997ء)، طبع ثانیہ، 234/5

6 اصفہانی، راغب، ابوالقاسم حسین بن محمد، **المفردات في غريب القرآن** (بیروت: دار القلم، 1412) 345/2

7 سرخسی، محمد بن احمد، **المبسوط** (مصر: مطبعہ السعادہ، 2001ء) ج10، ص95

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

جزیہ ایک واجب الادا مال ہے جو غیر مسلموں کی گردنوں پر ذلت کے ساتھ اس لیے عائد کیا گیا کہ انہیں اس کے ذریعے کفر پر باقی رہنے کی اجازت مل سکے۔

امام نووی (م676ھ) لکھتے ہیں:

"الجِزْيةُ مالٌ يُؤخذ من كفار أهل الذمة على وجه الصَّغار."[8]

یعنی: جزیہ وہ مال ہے جو کافروں (اہلِ ذمہ) سے ذلت وانکساری کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

ابن قدامہ (م620ھ) فرماتے ہیں:

"وهي مالٌ يؤخذ من أَهل الكِتاب والمجوس صَغاراً كلَّ عام."[9]

یعنی: جزیہ وہ مال ہے جو اہلِ کتاب اور مجوسیوں سے ذلت کے ساتھ ہر سال وصول کیا جاتا ہے۔

قرآن میں جزیہ کا ذکر سورۃ التوبہ میں ہے:

>"قاتِلوا الَّذينَ لا يُؤمِنونَ بِاللَّهِ ولا بِاليومِ الآخِرِ ولا يُحَرِّمونَ ما حَرَّمَ اللَّهُ ورَسولُهُ ولا يَدينونَ دينَ الحقِّ مِنَ الَّذينَ أوتُوا الكِتابَ حتّى يُعطُوا الجِزيَةَ عَن يَدٍ وَهُم صاغِرونَ."[10]

ترجمہ: اہلِ کتاب میں سے ان لوگوں سے قتال کرو جو نہ اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں، نہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حرام ٹھہراتے ہیں، اور نہ دینِ حق کو اختیار کرتے ہیں — یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور وہ محکوم ہو کر رہیں۔

امام ابو یوسف

جزیہ عربی مادہ ج ز ی سے فعلۃ وزن پر ایک لفظ ہے اس وزن پر ہونے کی وجہ سے اس کے معنی بدلہ دینے کی حالت، ادا کرنے کی کیفیت، قائم مقام کرنے کا انداز، جانشینی کا طریقہ، کفایت کرنا، فائدہ پہنچانا یا کام کی انجام دہی کا طرز کے ہو سکتے ہیں اس لیے جزی یجزی کا معنی بدلہ دینا، ادا کرنا، فائدہ پہنچانا اور کام آنا وغیرہ کے ہوتے ہیں۔[11]

مفتی شفیع صاحب

مفتی شفیع صاحب جزیہ کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "جزیہ سے مراد وہ رقم ہے جو کفار سے قتل کے بدلے میں لی جاتی ہے وجہ یہ ہے کہ کفر و شرک اللہ اور اس کے رسول کی بغاوت ہے جس کی سزا قتل ہے مگر اللہ تعالی نے اپنی رحمت کاملہ سے ان کی سزا میں یہ تخفیف کر دی ہے کہ اسلامی حکومت کی رعایا بن کر اسلامی قانون کے ماتحت رہنا منظور کریں تو ان سے ایک معمولی رقم دے کر چھوڑ دیا جائے اور اسلامی

---

8 نووی، یحی بن شرف، **روضۃ الطالبین** (دمشق: دار الحیاء، 2012ء) ج10، ص314

9 مقدسی، قدامہ، عبداللہ بن احمد، **المغنی** (ریاض: دار عالم الکتب، 1997ء) ج9، ص188

10 التوبہ: 29

11 ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج** (قاہرہ: مطبعہ سلفیہ 1352ھ) ص89

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

ملک کا باشندہ ہونے کی حیثیت سے ان کی جان ومال وآبرو کی حفاظت حکومت کی ذمہ ہوگی ان کی مذہبی رسوم میں کوئی مزاحمت نہ کی جائے اسی رقم کو جزیہ کہاجاتا ہے"[12]۔

جزیہ کی فقہی جہات کا اجمالی خاکہ

جزیہ کی لغوی واصطلاحی تعریف کے بعد اب اس کی فقہی جہات کا مطالعہ کیا جائے گا۔فقہاءنے اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے، جنہیں ہم ذیل میں اجمالاً درج کرتے ہیں:

1. جزیہ کن لوگوں پر واجب ہے؟ 2. جزیہ کی شرحیں (مقدار اور نرخ) 3. جزیہ کی ادائیگی میں لی جانے والی چیزیں
4. جزیہ سے مستثنیٰ افراد 5. جزیہ میں تخفیف کے متعلق احکامات
6. جزیہ وصول کرنے میں ظلم سے پرہیز 7. تحصیل جزیہ کا طریقہ 8. جزیہ کے مصارف
9. تحصیل جزیہ کا ٹھیکہ 10. اہلِ جزیہ کے ساتھ نرمی وحسن سلوک
11. معذور اہلِ ذمہ کی کفالت 12. جزیہ میں حرام اشیاء لینے کی ممانعت
13. مجوسی، مشرکین اور مرتدین سے جزیہ لینے کا حکم 14. اہلِ قبلہ کا حکم
15. موجودہ پاکستانی نظام میں جزیہ وخراج کا حکم[13]

اسلامی ریاست کے مالیاتی نظام میں جزیہ ایک نہایت اہم اور منفرد حیثیت رکھتا ہے، جو غیر مسلم رعایا پر بطورِ ذمہ داری عائد کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی واضح نصوص اور احادیثِ مبارکہ سے یہ ثابت ہے کہ اہلِ کتاب اور مجوسیوں پر جزیہ واجب ہے، جبکہ فقہائے کرام نے اس کے دائرۂ اطلاق اور تفصیلات کو مزید واضح کیا ہے۔ سیدنا عمر بن خطابؓ کے مقرر کردہ نرخ (48، 24 اور 12 درہم) اس بات کی دلیل ہیں کہ جزیہ کی شرحیں طبقاتِ معاشرت کے لحاظ سے مقرر کی جاتی تھیں، تاکہ یہ بوجھ انصاف کے ساتھ تقسیم ہو۔ اسی طرح امام ابو یوسف اور دیگر فقہاء نے اس کی وصولی کے مختلف طریقے بیان کیے ہیں اور واضح کیا ہے کہ ادائیگی نقدی یا اجناس کی صورت میں ہوسکتی ہے، لیکن حرام اشیاء (جیسے شراب وخنزیر) بطورِ جزیہ قبول نہیں کی جائیں گی۔ فقہاء کے نزدیک عورتیں، بچے، بوڑھے، معذور اور فقیر اس ذمہ داری سے مستثنیٰ ہیں، اور اگر کوئی غیر مسلم بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے جزیہ ادا نہ کرسکے تو بیت المال اس کی کفالت کرے گا، جیسا کہ سیدنا عمرؓ کی عملی مثال تاریخ میں محفوظ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ نے اہلِ ذمہ کے ساتھ ظلم وزیادتی سے سختی سے منع فرمایا اور حسنِ سلوک اور نرمی کی تاکید فرمائی۔ جزیہ کے مصارف بھی محدود نہیں بلکہ فوجی اخراجات، فقراء کی مدد اور عوامی بہبود کے دیگر کاموں پر خرچ کیے جاتے تھے، اس طرح یہ ٹیکس محض ریاستی خزانے کے لیے نہیں بلکہ سماجی بہبود کا ذریعہ بھی تھا۔ بعض فقہی اختلافات کے باوجود اس پر اتفاق ہے کہ اہلِ کتاب اور مجوسیوں سے جزیہ لیا جائے گا، مرتدین سے نہیں، اور اہلِ قبلہ یعنی مسلمان فرقے زکوٰۃ کے مکلف ہیں نہ کہ جزیہ کے۔ موجودہ دور میں چونکہ پاکستان میں جزیہ بحیثیت شرعی ٹیکس نافذ نہیں، اس لیے اس کا متبادل موجودہ ٹیکس سسٹم کی شکل میں نظر آتا ہے، تاہم بعض اہلِ علم کی رائے ہے کہ اگر حقیقی اسلامی ریاست قائم ہو تو جزیہ کو ایک دفاعی ومعاشی معاہداتی ٹیکس کی صورت میں دوبارہ نافذ کیا جاسکتا ہے۔ ان تمام فقہی جہات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

---

[12] شفیع، مفتی محمد، **معارف القرآن** (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2019ء) ج4، ص396

[13] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**، 182

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

1. جزیہ کن لوگوں پر واجب ہے؟

قرآن میں فرمایا گیا:

﴿قاتِلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون﴾[14]

یعنی: اہلِ کتاب پر جزیہ واجب ہے۔

احادیث میں مجوسیوں (زرتشتیوں) سے بھی جزیہ لینے کا ذکر ہے: "سُنُّوا بهم سُنَّة أهل الكتاب"[15]

ان کے ساتھ اہلِ کتاب کا سا معاملہ کرو۔

فقہاء کا اجماع ہے کہ اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) اور مجوسیوں پر جزیہ واجب ہے۔

مشرکینِ عرب پر جزیہ قبول نہیں کیا گیا (امام شافعی کے نزدیک)، لیکن غیر عرب مشرکین کے بارے میں امام ابو حنیفہ نے جزیہ قبول کرنے کی اجازت دی ہے۔

2. جزیہ کی شرحیں (مقدار اور نرخ)

سیدنا عمر بن خطابؓ نے شرحیں مقرر فرمائیں:

1۔ مالدار: 48 درہم سالانہ   2۔ متوسط: 24 درہم سالانہ   3۔ مزدور و کمزور: 12 درہم سالانہ[16]

بعض روایات میں ہے کہ جزیہ مقدار کے بجائے حالات کے مطابق مقرر کیا جا سکتا ہے۔

جزیہ کی شرحیں:

خوشحال لوگوں پر 48 درہم، متوسط حال پر چوبیس درہم اور غریب کاشتکاروں پر 12 درہم دینا لازم ہے جزیہ کی ادائیگی کے لیے اور کسی پہ بے جا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا بلکہ نرمی کا معاملہ برتا جائے۔

مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں۔

" جزیہ کا تعین اگر باہمی مصالحت اور رضامندی سے ہو تو شرعا اس کی کوئی تحدید نہیں جتنی مقدار اور جس چیز پر باہمی مصالحت ہو جائے وہ ان سے لیا جائے گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرمایا کہ ان کی پوری جماعت سے سالانہ دو ہزار حلے دینے پر معاہدہ ہو گیا حلہ دو کپڑوں کے جوڑے کو کہتے ہیں کہ تہبند ایک چادر، ہر حلے کی قیمت کا اندازہ بھی طے کر دیا گیا تھا کہ ایک اوقیہ چاندی کی قیمت کا ہو گا یا چالیس درہم یعنی ہمارے وزن کے اعتبار سے تقریبا ساڑھے گیارہ تولہ چاندی ہوتی ہے۔ اسی طرح نصاریٰ بنو تغلب سے حضرت عمر فاروق کا اس پر معاہدہ ہوا کہ انکا جزیہ اسلامی زکوۃ کے حساب سے قبول کیا جائے گا مگر اس سے دوگنا اور اگر مسلمانوں نے کسی ملک کو جنگ کے ذریعے فتح کیا پھر وہاں کے باشندوں کی جائیدادوں کو ان ہی کی ملکیت پر برقرار رکھا اور رعیت کے طور رہنے پر رضامند ہو گئے تو ان کے جزیہ کی شرح مقدار وہ ہوں گی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے دور خلافت میں نافذ فرمائیں کہ سرمایہ دار متمول سے چادر درہم متوسط الحال سے

---

14 التوبہ: 29

15 سنن ابی داؤد، حدیث: 3043

16 قاسم بن سلام، ابو عبید قاسم، **کتاب الاموال** ص، 52

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اس کا نصف صرف دو درہم اور غریب سے جو تندرست اور محنت مزدوری صنعت و تجارت وغیرہ کے ذریعہ کماتا ہے اس کا صرف ایک درہم ماہواری ہیں ساڑھے تین ماشہ چاندی یا اس کی قیمت لی جائے جو بالکل مفلس، اپاہج اور معذور ہیں ان سے کچھ نہ لیا جائے اس طرح عورتوں بچوں بوڑھوں اور ان کے تارک الدنیا مذہبی پیشواؤں سے کچھ نہ لیا جائے اتنی قلیل مقدار کے لینے کے لیے بھی رسول اللہ کی ہدایت تھی کہ کسی پر اسکی طاقت سے بڑھ کر بار نہ ڈالا جائے اور جو کوئی ایسا کرے گا میں اس کی طرف سے زیادہ لینے والے سے کل قیامت والے دن بحث کروں گا۔اس طرح کی روایات سے بعض ائمہ فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ دراصل جزیہ کی کوئی خاص شرح شرعا مقرر نہیں ہے بلکہ حاکم وقت ان کا جائزہ لے کر ان سے مناسب جزیہ وصول کرلے گا۔[17]

3. جزیہ کی ادائیگی میں لی جانے والی چیزیں

عام طور پر نقدی (درہم و دینار) لی جاتی تھی۔

امام ابو یوسف کے مطابق بعض صورتوں میں اجناس یا مالِ تجارت بھی قبول کیا جاسکتا ہے۔[18]

تاہم اس میں شراب یا سور کا گوشت جیسی حرام اشیاء قبول کرنا جائز نہیں۔

4. جزیہ سے مستثنیٰ افراد

فقہاء کے نزدیک یہ لوگ جزیہ سے مستثنیٰ ہیں:

1. عورتیں 2. بچے 3. بوڑھے اور کمزور 4. فقیر و محتاج 5. معذور و نابینا[19]

5. راہب اور دینی پیشوا (بشرطیکہ وہ کھیت مزدور یا تاجر نہ ہوں)

6. جزیہ میں تخفیف کے متعلق احکامات

اگر کوئی غریب یا محتاج غیر مسلم ادائیگی سے عاجز ہو تو ریاست اس میں کمی یا مکمل معافی کرسکتی ہے۔

سیدنا عمر بن عبد العزیزؒ نے کمزور اہل ذمہ سے جزیہ ساقط کردیا تھا۔[20]

7. جزیہ وصول کرنے میں ظلم سے پرہیز

نبی ﷺ نے فرمایا:

"من ظلم معاهداً أو انتقصه أو كلفه فوق طاقته أو أخذ منه شيئاً بغير طيب نفس فأنا حجيجه يوم القيامة."[21]

یعنی: جو کسی معاہد (اہل ذمہ) پر ظلم کرے گا یا اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالے گا تو میں قیامت کے دن اس کا مخالف ہوں گا۔

---

17 شفیع، مفتی محمد، **معارف القرآن**، ج4، ص397

18 ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**، 245

19 مقدسی، قدامہ، عبد اللہ بن احمد، **المغنی**، ج10، ص96

20 ابن سعد، **الطبقات**، (بیروت: دار صادر 1987ء) ج5، ص388

21 سنن ابی داؤد، حدیث: 3052

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

8. تحصیل جزیہ کا طریقہ

جزیہ سالانہ لیا جاتا تھا۔ادائیگی کا طریقہ عام ٹیکس کی طرح باوقار ہونا چاہیے۔ بعض غیر معتبر روایات میں تحقیر کا ذکر ملتا ہے مگر فقہاء نے اس کو قبول نہیں کیا۔[22]

مرکزی شہروں مثلاً مدینۃ الاسلام کوفہ اور بصرہ وغیرہ کے سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ ان میں سے ہر شہر کے جزیہ کی تحصیل امام وہاں کے نیک،امانت دار دیندار اور معتمد علیہ کے سپرد کردے اور اس کے لیے چند معاون مقرر کرے یہ لوگ یہودی،عیسائی، مجوسی اور سامری ہر مذہب کے ذمیوں کو ذمہ دار فرد کے یہاں جمع کریں اور وہ ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں سے ان کی شرح کے مطابق وصول کرلیا کریں جس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے اور یہ سب بیت المال میں جمع کروائیں اہل سواد کیلئے کہ میں بھی اسی طرح چند لوگ مقرر کریں اور یہاں بیان کردہ طریقہ کے مطابق استطاعت کے مطابق عیسائی،یہودی، مجوسی اور سامری وغیرہ سے جزیہ لیا جائے اور ان پر بلکل ظلم نہ کیا جائے۔

9. جزیہ کے مصارف

جزیہ بیت المال میں داخل ہوتا ہے۔اس کے مصارف وہی ہیں جو دیگر عمومی محاصل کے ہیں:

فوجی اخراجات　　فقراء و محتاج کی مدد　　عوامی بہبود کے کام[23]

10. تحصیل جزیہ کا ٹھیکہ

امام ابویوسف کے مطابق اگر ریاست چاہے تو جزیہ کی وصولی کا ٹھیکہ دے سکتی ہے، لیکن اس میں رعایا پر ظلم یا زیادتی نہ ہو۔[24]

11. اہل جزیہ کے ساتھ نرمی و حسن سلوک

نبی ﷺ نے تاکید فرمائی:

سیدنا عمرؓ نے وصیت فرمائی: "أوصي الخليفة بعدي بأهل الذمة خيراً.[25]"

حضرت عمر کا فرمان

امام ابویوسف کتاب الخراج میں ایک رویت نقل فرماتے ہیں امام ابویوسف فرماتے ہیں: "ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے ہم سے حدیث بیان کی ہے کہ جب عمر بن خطاب شام کے سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستے میں ان کا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کو جزیہ نہ دینے کی وجہ سے گرمی میں سخت سزا دی جا رہی تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں اور جزیہ ادا نہ کرنے کی کیا وجہ اور کیا عذر بیان کرتے ہیں تو لوگوں نے کہا کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہم ادا کرنے کی استطاعت نہیں

---

22 سرخسی، محمد بن احمد، **المبسوط**، ج10، ص145

23 قاسم بن سلام، ابو عبید قاسم، **کتاب الاموال** ص، 56

24 ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**، ص92

25 طبری، ابن جریر، ابوجعفر محمد، **تاریخ الرسل والملوک** (دار المعارف، 1969ء) ج4، ص229

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

رکھتے تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایاان کو چھوڑ دو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کو عذاب نہ دو کیوں کہ جو لوگوں کو عذاب دے گا اللہ قیامت والے دن ان کو عذاب دے گا پھر لوگوں کو اس وجہ سے چھوڑ دیا گیا"۔[26]

12. معذور اہلِ ذمہ کی کفالت

اگر کوئی اہل ذمہ بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے جزیہ ادا نہ کر سکے تو بیت المال اس کی کفالت کرے۔

سیدنا عمرؓ نے ایک یہودی بھکاری کو دیکھ کر فرمایا:

"ما أنصفناك أخذنا منك الجزية شاباً ثم ضيعناك شيخاً"اور بیت المال سے اس کی کفالت مقرر کی[27]۔

معذور اہل ذمہ کی کفالت

امام ابو یوسف فرماتے ہیں: "مجھ کو عمر بن نافع نے بروایت ابو بکر حدیث بیان کی کہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا کسی کے دروازے کے سامنے سے گزر ہوا جہاں ایک سائل بھیک مانگ رہا تھا جس کی بصارت زائل ہو چکی تھی آپ نے اس کے بدن کو پیچھے سے ٹھونکا اور پوچھا تم کس مذہب کے اہل کتاب ہو؟اس نے جواب دیا کہ میں یہودی ہوں آپ نے پوچھا کس چیز نے تمہیں ایسا کر دیا ہے؟اس نے جواب دیا میں بڑھاپے میں محتاجی اور جزیہ کی وجہ سے بھیک مانگ رہا ہوں کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر سے کچھ دیا اور بیت المال کے خازن کو بلا کر کہا اس کا اور اس جیسے لوگوں کا بیت المال سے خیال رکھو کیونکہ یہ بات بعید از انصاف ہے کہ جب یہ لوگ جوان ہوتے ہیں تو ہم ان سے جزیہ وصول کرتے ہیں اور کھاتے ہیں اور بڑھاپے میں ہم انہیں بے سہارا چھوڑ دیں انما الصدقات للفقراء والمساکن میں فقراء سے مراد مسلمان ہیں جبکہ مساکین سے مراد اہل کتاب ہیں اور پھر اس کا اور ان جیسوں کا تجزیہ بھی ساقط کر دیا راوی فرماتے ہیں کہ ابو بکر نے کہا کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ واقعہ میں نے خود دیکھا ہے اور اس بوڑھے کو بھی دیکھا ہے[28]۔

13. جزیہ میں حرام اشیاء لینے کی ممانعت

امام ابو یوسف اور امام مالک کے نزدیک شراب یا خنزیر بطور جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

14. مجوسی، مشرکین اور مرتدین سے جزیہ لینے کا حکم

اہلِ کتاب اور مجوسیوں سے جزیہ لینے پر اتفاق ہے۔ مشرکینِ عرب پر جزیہ قبول نہیں (شافعیہ کا موقف)۔

غیر عرب مشرکین سے جزیہ قبول کرنے کو احناف جائز سمجھتے ہیں۔ مرتدین سے جزیہ نہیں لیا جائے گا، ان پر اسلام یا قتل کا حکم ہے۔[29]

15. اہلِ قبلہ کا حکم

امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں واضح کیا کہ اہلِ قبلہ (مسلمان فرقے) پر جزیہ نہیں، بلکہ وہ زکوٰۃ کے مکلف ہیں۔[30]

---

[26] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**، 186

[27] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**، 126

[28] المرجع السابق

[29] مقدسی، قدامہ، عبداللہ بن احمد، **المغنی**، ج9، ص191

[30] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**، ص382

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

16. موجودہ پاکستانی نظام میں جزیہ و خراج کا حکم

موجودہ پاکستان میں جزیہ بحیثیتِ شرعی ٹیکس نافذ نہیں ہے۔ غیر مسلم شہریوں کو مساوی آئینی حقوق دیے گئے ہیں۔

البتہ بعض علماء کے نزدیک اگر اسلامی ریاست قائم ہو تو جزیہ ایک معاشی اور دفاعی معاہداتی ٹیکس کے طور پر لاگو کیا جاسکتا ہے۔

موجودہ دور میں اس کا متبادل ٹیکس سسٹم (Income Tax, Property Tax) کی صورت میں نافذ ہے۔

حاصل بحث

اسلامی فقہ کی رو سے جزیہ غیر مسلم رعایا پر عائد ہونے والا ایک ایسا مالی فریضہ ہے جو ان کی جان، مال اور مذہبی آزادی کی ضمانت کے طور پر اسلامی ریاست میں وصول کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی بنیاد سورۃ التوبہ (آیت: 29) میں بیان ہوئی ہے اور نبی کریم ﷺ و خلفائے راشدین کے عمل سے اس کی تفصیلات واضح ہوتی ہیں۔ جزیہ صرف اہلِ کتاب اور مجوسیوں پر واجب ہے، جبکہ عورتیں، بچے، بوڑھے، غلام، فقیر اور معذور افراد اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس کی شرحیں سیدنا عمرؓ کے مقرر کردہ نرخوں کے مطابق مختلف طبقات پر عائد کی جاتی تھیں: مالدار پر زیادہ، متوسط پر درمیانہ اور غریب پر کم۔ ادائیگی میں اصل اصول یہ تھا کہ آسانی پیدا کی جائے، اس لیے نقدی اور بعض اوقات اجناس کی صورت میں بھی اسے وصول کیا جاتا، مگر حرام اشیاء مثلاً شراب اور خنزیر بطورِ جزیہ قبول نہ کیے جاتے۔ فقہاء نے واضح کیا ہے کہ جزیہ کی وصولی میں ظلم و زیادتی حرام ہے بلکہ اہلِ ذمہ کے ساتھ نرمی اور حسنِ سلوک ضروری ہے۔ سیدنا عمرؓ نے حتیٰ کہ بڑھاپے یا معذوری کے باعث جزیہ ادا نہ کر سکنے والے غیر مسلم کی بیت المال سے کفالت کی مثال بھی قائم کی۔ جزیہ کے مصارف ریاستی ضروریات، دفاعی اخراجات اور عوامی بہبود پر صرف کیے جاتے تھے۔ بعض فقہی اختلافات کے باوجود اس پر اتفاق ہے کہ جزیہ صرف غیر مسلم رعایا پر لاگو ہے، مرتدین پر نہیں اور مسلمانوں پر بالکل نہیں۔ موجودہ پاکستانی نظام میں جزیہ اپنی اصل صورت میں نافذ نہیں بلکہ جدید ٹیکس سسٹم اس کا متبادل ہے، تاہم فقہاء کے نزدیک اگر حقیقی اسلامی ریاست قائم ہو تو جزیہ دفاعی تحفظ اور مالی عدل کا ایک معاہداتی ٹیکس ہے جسے دوبارہ نافذ کیا جاسکتا ہے۔ یوں جزیہ نہ صرف مالیاتی نظام کا حصہ ہے بلکہ یہ اسلام کے عدل و انصاف پر مبنی معاہداتی اور بین المذاہب تعلقات کا ایک لازمی ستون بھی ہے۔

خراج

لفظ خراج عربی کے مادہ "خ ر ج" سے نکلا ہے، جس کے اصل معنی ہیں: نکلنا، ظاہر ہونا، باہر آنا۔

چونکہ زمین سے پیداوار نکلتی ہے، اس لیے اس پر مقررہ ٹیکس کو "خراج" کہا جاتا ہے۔

لسان العرب میں ہے۔

"الخَرَاجُ: ما يُخْرَج من الأرض."[31]

خراج وہ ہے جو زمین سے نکالا جائے (یعنی اس کی پیداوار یا اس پر مقررہ ٹیکس)۔

خراج کی اصطلاحی تعریف

فقہاء کی اصطلاح میں خراج اس مال کو کہتے ہیں جو اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی ملکیت زمین پر بطور ٹیکس عائد کیا جاتا ہے۔ یہ سرزمین کی ملکیت کے بدلے میں ایک مالی ذمہ داری ہے، خواہ زمین سے پیداوار حاصل ہو یا نہ ہو۔

---

[31] افریقی، ابن منظور، محمد بن مکرم، **لسان العرب**، ج6، ص346

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

امام سرخسی(م483ھ)فرماتے ہیں:

"الخَراجُ هو المالُ المؤَدَّى عن رُقْبَة الأرض، وبه تُقِرُّ في يدِ الكافر."[32]

خراج وہ مال ہے جو زمین کی ملکیت کے بدلے میں ادا کیا جاتا ہے، اور اسی کے ذریعے زمین غیر مسلم کے قبضے میں برقرار رہتی ہے۔

ابن قدامہ(م620ھ)لکھتے ہیں:

"الخَراجُ مالٌ يوضع على الأرض يؤخذ عنها كلَّ عام."[33]

خراج وہ مال ہے جو زمین پر مقرر کیا جائے اور ہر سال اس سے وصول کیا جائے۔

امام ابو یوسف(م182ھ)نے اپنی کتاب کتاب الخراج میں فرمایا: "الخراجُ ما أُخِذَ من أراضي العَنوةِ."[34]

خراج وہ مال ہے جو ان زمینوں سے لیا جائے جو جنگ کے ذریعے مسلمانوں کے قبضے میں آئیں۔

ارض عشر

اسلامی حکومت کے باشندے دو حصوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں:

1۔وہ باشندے جنھوں نے اسلام قبول کر لیا یعنی مسلم افراد

2۔وہ باشندے جنھوں نے اسلام تو قبول نہ کیا لیکن امن وامان سے رہنے کا حکومت سے معاہدہ کر لیا۔(اہل الذمۃ)

اسلام میں ان دونوں گروہوں میں سے ہر ایک فرد انفرادی ملکیت کا مالک بن سکتا ہے۔ عشری زمین وہ ہو گی جس کا مالک مسلم امہ کا فرد ہو۔یعنی جو رقبہ مسلمان کی انفرادی ملکیت ہو گا۔اس سے حاصل شدہ غلہ میں سے حکومت کو عشر یا نصف العشر ملے گا۔

یہ تعریف ایسی جامع اور مانع ہے کہ اس کی تنفیذ سے بندوبست میں کوئی الجھن یا رکاوٹ نہ ہو گی بلکہ مالک کی صفت (کفر واسلام) دیکھ کر زمین کا فیصلہ ہو جائے گا۔اگر مالک مسلمان ہے تو عشر وصول کیا جائے گا بصورت دیگر خراج۔اور جونہی زمین کی ملکیت اہل الذمہ یا حکومت کی منتقل ہو گی، اس کا رنگ بھی بدل جائے گا۔اس طرح اگر نقل ملکیت کے اصول کے مطابق کسی اہل الذمہ یا حکومت کی مملوکہ زمین مسلمان کی انفرادی ملکیت ہو جائے تو وظیفہ خراج سے عشر میں تبدیل ہو جائے گا۔مالک کی صفت (کفر واسلام) کو عشر و خراج کے تعین میں ضابطہ قرار دینا مناسب ترین ہے۔ صحابہ رضوان اللہ عنھم اجمعین وتابعین رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال وتعامل کو سامنے رکھنے سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ان کے اذہان میں بھی یہی ضابطہ تھا، البتہ چونکہ تدوین کا زمانہ نہ تھا۔اس لیے باضابطہ عشری زمین کی تعریف ابن قدامہ المقدسی نے کی ہے:"ماهو مملوك لاهل الاسلام لاخراج عليه"[35]

"جو اہل اسلام کی انفرادی ملکیت ہو اس پر خراج نہیں ہے"

بعد ازاں اس تعریف کو ابن رجب حنبلی نے بھی اپنایا ہے، فرماتے ہیں:

---

32 سرخسی، محمد بن احمد، **المبسوط**، ج10، ص146

33 مقدسی، قدامہ، عبد اللہ بن احمد، **المغنی**، ج9، ص235

34 ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**، ص388

35 مقدسی، قدامہ، عبد اللہ بن احمد، **المغنی**، ج10، ص341

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

"مالها مالك معين من المسلمين فهذه لاخراج عليه"[36]

"جو مسلمانوں کی انفرادی مملوکہ زمین ہو،اس پر خراج نہیں ہے"

قیاس بھی اسی کا متقاضی ہے۔ چونکہ سب فقہاء کا اس مسئلہ پر اتفاق واجماع ہے کہ جب ایک مسلمان تجارتی مال لے کر چونگی ناکہ پر سے گزرے تو اس سے ربع العشر 40/1 بطور زکوۃ وصول کیا جائے گا اور اگر وہی مال اہل الذمہ کا فرد خرید کر تجارتی مقاصد سے چونگی ناکہ پر سے گزرے تو اس سے دوگنا یعنی نصف العشر 20/1 بطور چونگی وصول کیا جائے گا اور اگر پھر یہی مال دوبارہ مسلمان کی ملکیت بن جائے تو زکوۃ ربع العشر 40/1 ہو جائے گی، جیسا کہ اہل الذمہ کی ملکیت میں آنے سے قبل تھا۔[37]

مذکورہ صورت میں ایک ہی مال مسلمان فرد کی ملکیت ہے تو محصول ربع العشر ہے اور جب وہی مال اہل الذمہ کی ملکیت بنا تو محصول ربع العشر سے نصف العشر میں تبدیل ہو گیا۔ مالک کی صفت (کفر واسلام) کی وجہ سے محصول میں تبدیلی ہو گئی ہے لہذا جب اموال منقولہ میں محصولہ کے تقرر میں مالک کی صفت (کفر واسلام) کو حد فاصل قرار دیا گیا ہے تو زمینوں کے محصول کے تقرر یہی صفت کیونکر ضابطہ و قاعدہ نہیں بن سکتی؟

مسائل فقہیہ (خراج کی فقہی جہات)

فقہِ اسلامی کے مالیاتی ابواب میں خراج اور عشر کو نہایت بنیادی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ یہ دونوں مدیں اسلامی ریاست کے نظامِ معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ خراج کا تعلق بالخصوص ان زمینوں سے ہے جو مسلمانوں کی فتوحات کے نتیجے میں اسلامی حکومت کے ماتحت آئیں اور جنہیں وہاں کے غیر مسلم باشندوں کے قبضہ و کاشت پر باقی رکھتے ہوئے ان پر مالی ذمہ داری عائد کی گئی۔ اس کی دو بڑی صورتیں ہیں: ایک خراجِ مقاسمہ جس میں پیداوار کا ایک متعین حصہ مثلاً نصف، تہائی یا چوتھائی لیا جاتا ہے، اور دوسری خراجِ مؤظف جس میں فی جریب یا فی بیگہ متعین رقم مقرر کی جاتی ہے۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عراق و شام کی اراضی پر یہ نظام نافذ فرمایا اور مختلف اجناس کے اعتبار سے اس کی شرحیں مقرر کیں، جنہیں فقہاء نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔ دوسری طرف عشر کا تعلق مسلمانوں کی عشری زمینوں کی پیداوار سے ہے، جو کہ زکاۃ ہی کی ایک قسم ہے۔ اس کا بنیادی اصول یہ ہے کہ بارش یا نہری پانی سے سیراب ہونے والی زمین کی پیداوار پر دسواں حصہ اور مصنوعی ذرائع یا خریدے گئے پانی سے سیراب ہونے پر بیسواں حصہ واجب ہوتا ہے۔ عشر میں سال گزرنے اور نصاب کی شرط نہیں بلکہ قلیل و کثیر ہر پیداوار پر یہ واجب ہے، یہاں تک کہ نابالغ یا مجنون کی زمین کی پیداوار پر بھی عشر دینا ضروری ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ عشر اور خراج دونوں کی ادائیگی کے بغیر پیداوار سے استفادہ جائز نہیں، بلکہ ان کی ادائیگی کے بعد ہی وہ مال حلال قرار پاتا ہے۔ فقہاء نے اس ضمن میں یہ بھی وضاحت کی ہے کہ عشر صرف مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے جبکہ غیر مسلم (اہلِ ذمہ) سے خراج وصول کیا جاتا ہے، اور اگر زمین کی نوعیت خراجی یا عشری ہو تو خرید و فروخت کے باوجود اس کا حکم تبدیل نہیں ہوتا۔ اس سے یہ حقیقت بھی اجاگر ہوتی ہے کہ اسلامی مالیاتی نظام محض محصولات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک ایسا متوازن ڈھانچہ ہے جو کسان کی استطاعت، زمین کی زرخیزی، پیداوار کی نوعیت اور عوامی مفاد کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ خراج اور عشر کی آمدنی صرف فوجی اخراجات تک محدود نہیں بلکہ عوامی فلاح کے تمام شعبہ جات مثلاً مساجد و مدارس کی تعمیر و مرمت، علماء و طلبہ کی کفالت، وعظ وارشاد

[36] کتاب الاستخراج، ابن رجب حنبلی، ص 11

[37] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**، ص 121

اور پل و سرائے جیسی عوامی سہولیات میں صرف کی جاسکتی ہے۔ یوں یہ دونوں مدیں اسلامی ریاست کے لیے مالی استحکام، عدل و مساوات اور اجتماعی فلاح کے ضامن ہیں اور ان کا عملی نفاذ اسلامی معاشرتی عدل کے بنیادی اصولوں کو نمایاں کرتا ہے۔

خراج (زمین کا محصول) کے متعلق فقہی مسائل متفرقہ اور عصری تطبیقات

قسم 1: خراج کی اقسام اور تعریفات

مسئلہ 1: خراج کی دو اقسام ہیں:

1. خراج مقاسمہ: پیداوار کا ایک مقررہ حصہ، جیسے آدھا، تہائی یا چوتھائی۔ (جیسے نبی اکرم ﷺ نے یہود خیبر پر مقرر فرمایا تھا)۔

2. خراج مؤظف: پیداوار سے قطع نظر ایک مقررہ رقم یا مقدار، جیسے سالانہ فی بیگھہ دو روپے۔

قسم 2: خراج کی مقدار اور شرائط

مسئلہ 2: اگر اسلامی سلطنت میں خراج کی مقررہ مقدار معلوم ہو تو وہی ادا کی جائے گی، بشرطیکہ:

خراج مؤظف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول مقدار سے زیادہ نہ ہو۔

جہاں مقدار منقول نہ ہو، وہاں پیداوار کے آدھے سے زیادہ نہ ہو۔

خراج مقاسمہ میں پیداوار کے آدھے سے زیادہ نہ ہو۔

زمین اس محصول کی ادائیگی کی طاقت رکھتی ہو۔

مسئلہ 3: اگر اسلامی سلطنت میں مقررہ مقدار معلوم نہ ہو تو:

جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقدار مقرر فرمائی ہے، وہی دی جائے۔

جہاں مقرر نہیں فرمائی، پیداوار کا آدھا حصہ دیا جائے۔

مسئلہ 4: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ تفصیلی مقدار:

ہر قسم کے غلہ پر: فی جریب ایک درم اور ایک صاع غلہ۔

· ترکاریوں (خربوزہ، کھیرا، بینگن وغیرہ) پر: فی جریب پانچ درم۔

گھنے باغات (انگور، کھجور) پر: فی جریب دس درم۔

اہم اصول: خراج زمین کی قابلیت اور مالک کی استطاعت کے اعتبار سے ہے، نہ کہ اس سال بوئی گئی چیز کے اعتبار سے۔

قسم 3: خراج کا مصرف

مسئلہ 5: جہاں اسلامی حکومت نہ ہو، وہاں خراج کی رقم فقراء وغیرہ شرعی مصارف پر خرچ کی جائے گی۔

قسم 4: عشر (پیداوار کا دسواں / بیسواں حصہ)

مسئلہ 6: عشری زمین کی اس پیداوار پر زکاۃ (جسے عشر یا نصف عشر کہتے ہیں) فرض ہے جس سے زمین سے منافع حاصل کرنا مقصود ہو۔

مسئلہ 7: عشر کے وجوب کے لیے عاقل و بالغ ہونا شرط نہیں۔ مجنون اور نابالغ کی زمین کی پیداوار پر بھی عشر واجب ہے۔

مسئلہ 8: اگر کوئی خوشی سے عشر نہ دے تو حکومت جبراً لے سکتی ہے، لیکن ایسے شخص کو ثواب نہیں ملے گا۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

مسئلہ 9: جس شخص پر عشر واجب تھا اور وہ فوت ہو جائے، تو موجودہ پیداوار سے عشر ادا کیا جائے گا۔

مسئلہ 10: عشر میں سال کا گزرنا شرط نہیں۔ ایک سال میں ایک کھیت پر جتنی بار فصلیں ہوں، ہر بار عشر واجب ہے۔

مسئلہ 11: عشر میں نصاب شرط نہیں، چھوٹی سے چھوٹی پیداوار پر بھی عشر ہے۔ یہ شرط بھی نہیں کہ مالک خود کاشتکار ہو یا پیداوار باقی رہنے والی ہو۔

مکاتب، ماذون اور وقفی زمین کی پیداوار پر بھی عشر واجب ہے۔

مسئلہ 12: سیراب کرنے کے طریقے کے مطابق عشر کی مقدار:

بارش یا ندی نالے (عشری پانی) سے سیراب ہونے پر: عشر (دسواں حصہ)

کنویں/ڈول (خراجی پانی) سے سیراب ہونے یا پانی خرید کر لگانے پر: نصف عشر (بیسواں حصہ)

دونوں طریقے استعمال ہوں تو اکثر طریقے کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

مسئلہ 13: عشر کل پیداوار پر واجب ہے۔ مصارف زراعت (بیج، مزدوری وغیرہ) نکال کر باقی ماندہ پر عشر نہیں لیا جاتا۔

مسئلہ 14: عشر اس وقت واجب ہوتا ہے جب پھل یا فصل پک کر تیار ہو جائے اور اس کے ضائع ہونے کا خوف ختم ہو جائے۔

مسئلہ 15: عشر ادا کیے بغیر پیداوار کھانا مالک کے لیے حلال نہیں۔ اگر کھا لے تو عشر ادا کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ 16: اگر عشر واجب ہونے سے پہلے ہی پیداوار بیچ دی جائے تو مصدق (وصول کنندہ) کو اختیار ہے کہ پیداوار یا اس کی قیمت کا عشر لے۔ انگور بیچنے یا اس کا شیرہ بنانے پر قیمت کا عشر واجب ہے۔

قسم 5: عشر و خراج میں فرق اور زمین کی قسمتیں

مسئلہ 17: عشر صرف مسلمان سے لیا جاتا ہے، جبکہ خراج ذمی (غیر مسلم شہری) سے لیا جاتا ہے۔

اگر مسلمان ذمی سے خراجی زمین خریدے تو وہ خراجی ہی رہے گی۔

اگر ذمی مسلمان سے عشری زمین خریدے تو وہ خراجی بن جائے گی۔

مسئلہ 18: اگر ذمی سے خریدی ہوئی عشری زمین کسی شرعی عذر (مثلاً خیار شرط، خیار رویت، فسخ بیع) کی وجہ سے مسلمان کے پاس واپس آجائے تو وہ پھر عشری ہو جاتی ہے۔

مسئلہ 19: پانی کا تعین:

بارش، چشمہ، دریا اور کنویں (اگر مسلمانوں نے کھودا ہو) کا پانی عشری ہے۔

وہ نہریں جو عجمیوں (کافروں) نے کھودی ہوں یا خراجی زمین میں کھودی گئی ہوں، ان کا پانی خراجی ہے۔

مسئلہ 20: مکان یا قبرستان میں ہونے والی پیداوار پر نہ عشر ہے نہ خراج۔

مسئلہ 21: اگر کوئی شخص خراجی زمین کا مالک ہو اور کاشت کرنے پر قادر ہو لیکن کاشت نہ کرے تو اس پر خراج واجب ہے۔ عشری زمین کو اگر کاشت نہ کیا جائے تو اس پر عشر واجب نہیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

قسم6: جن چیزوں پر عشر واجب ہے یا نہیں

مسئلہ22: جن چیزوں کی کاشت سے زمین کا منافع مقصود نہ ہو، ان پر عشر نہیں، جیسے: ایندھن، گھاس، جھاڑیاں، کپاس، پتے، بیج (اگر بیج مقصود نہ ہو)۔ اگر ان سے منافع مقصود ہو تو عشر واجب ہے۔

مسئلہ23: پہاڑ یا جنگل کے شہد اور پھلوں پر عشر واجب ہے، بشر طیکہ اسلامی حکومت نے ان کی حفاظت کی ہو۔

مسئلہ24: ان چیزوں کی پیداوار پر عشر واجب ہے: گیہوں، جو، چاول، تمام غلے، السی، تمام میوے، پھول، گنا، ترکاریاں (خربوزہ، کھیرا، بیگن وغیرہ)۔

مسئلہ25: جو چیزیں زمین کی تابع ہوں (جیسے درخت) یا درخت سے نکلتی ہوں (جیسے گوند)، ان پر عشر نہیں۔

قسم7: معافی، ضمانت اور دیگر مسائل

مسئلہ26: حکومت محصول وصولی کے لیے غلہ روک سکتی ہے۔ اگر مالک کئی سال کا محصول نہ دے اور عاجز (غریب) ہو تو گذشتہ سال معاف ہو جائیں گے، ورنہ نہیں۔

مسئلہ27: اگر ساری فصل قدرتی آفت (سیلاب، آگ، ٹڈی دل) سے تباہ ہو جائے تو عشر اور خراج دونوں ساقط ہو جائیں گے۔ اگر کچھ باقی رہے تو اسی کا محصول لیا جائے گا۔ اگر مویشی کھا جائیں تو محصول ساقط نہیں ہوتا۔

مسئلہ28: اگر کوئی غاصب زمین پر کاشت کرے اور انکار کرے تو خراج غاصب پر واجب ہو گا۔

مسئلہ29: بیع وفا، عاریت اور بٹائی پر دی گئی زمین کا محصول کس پر واجب ہو گا، اس کے تفصیلی احکام ہیں۔

مسئلہ30: زمین نقد پر دی جائے (یعنی اجارہ پر) تو موجودہ دور کے فقہاء کے مطابق عشر کاشتکار پر ہے۔

مسئلہ31: اہم وضاحت: جدید حکومتوں کو دی جانے والی زمینی محصولات (مالگذاری/ٹیکس) شرعی خراج یا عشر کا متبادل نہیں ہیں۔ شرعی خراج و عشر کا مصرف صرف لشکرِ اسلام نہیں بلکہ تمام مصالح عامہ ہیں، جیسے: مساجد، مدارس، علماء، طلبہ، وعاظ اور پل و سرائیں بنانا۔

نتائج تحقیق

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق اور مالی نظام کے حوالے سے جو نتائج سامنے آتے ہیں، وہ اسلامی تعلیمات کی جامعیت اور انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے اس کی گہری چھاپ کو واضح کرتے ہیں۔ سب سے پہلا اور اہم نتیجہ غیر مسلموں کے بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کا ہے، جہاں اسلامی ریاست ان کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کی پابند ہوتی ہے۔ جزیہ اور خراج جیسے محصولات درحقیقت اس تحفظ کے عملی معاوضے کے طور پر ہیں، نہ کہ محض ٹیکس۔ دوسرا اہم پہلو مالی انصاف کا ہے، جہاں ان محصولات کی شرحیں ہر فرد کی مالی استطاعت کے مطابق متعین کی جاتی ہیں اور معذور، بوڑھے، غریب اور نادار افراد کو اس سے مکمل مستثنیٰ رکھا جاتا ہے، جو ایک ترقی یافتہ اور منصفانہ معاشرے کی واضح علامت ہے۔ تیسرا نتیجہ معاشرتی ہم آہنگی اور باہمی اعتماد کے فروغ سے متعلق ہے، جہاں غیر مسلموں کے مالی تعاون سے معاشرے کے مختلف طبقات کے درمیان مضبوط روابط استوار ہوتے ہیں۔ چوتھا پہلو ریاستی استحکام کا ہے، کیونکہ ان محصولات کی آمدنی ریاستی خزانے کو مضبوط بناتی ہے، جس سے تمام شہریوں کو بہتر سہولیات اور تحفظ فراہم کیا جا سکتا ہے۔ پانچواں نتیجہ بین المذاہب روابط کے فروغ سے جڑا ہے، جہاں غیر مسلموں کی مالی شرکت ان میں ریاست کے ساتھ وفاداری اور انسیت پیدا کرتی ہے، جس سے قومی یکجہتی کو تقویت ملتی ہے۔ چھٹا پہلو فقہی تطبیق اور تاریخی

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

عملداری کا ہے، کیونکہ جزیہ و خراج کے مسائل فقہ کی معتبر کتابوں میں تفصیل سے بیان ہوئے ہیں اور اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں ان کی کامیاب عملی تطبیق موجود ہے۔ ساتواں اور آخری نتیجہ عصر حاضر میں اس نظام کی applicability سے تعلق رکھتا ہے۔ جدید دور میں جزیہ و خراج کے انصاف پر مبنی اصولوں کو موجودہ ٹیکس نظام میں ڈھالا جا سکتا ہے، جس سے نہ صرف اسلامی ریاستوں کے مالی نظام کو مزید مضبوط بنایا جا سکتا ہے بلکہ ایک منصفانہ اور متوازن معاشی ڈھانچہ بھی تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ یہ تمام نکات مل کر اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ اسلامی مالی نظام محض محصولات وصول کرنے کا ذریعہ نہیں، بلکہ یہ ایک جامع نظریہ حیات ہے جو انسانی حقوق، معاشی انصاف اور معاشرتی ہم آہنگی کو یقینی بناتا ہے۔